کیا بلکہ اس کے علمی اور فکری سرچشمہ دینی مدارس کے خلاف وسیع تر انتقامی سرگرمیوں کا آغاز بھی کر دیا ہے، جن کا سلسلہ افغانستان سے آگے بڑھتا ہوا پاکستان کے مختلف شہروں تک پھیلتا جا رہا ہے۔ دینی مدارس پر چھاپے مارے جا رہے ہیں، علماء اور کارکنوں کی گرفتاریاں عمل میں آ رہی ہیں، خوف و ہراس کی فضا قائم کی جا رہی ہے اور دینی مدارس کے ساتھ تعاون کرنے والے اصحاب خیر کو ڈرا دھمکایا جا رہا ہے۔

امریکی کمانڈوز کی رہنمائی میں پاکستانی فورسز اس وقت پاکستان کے مختلف علاقوں میں دینی مدارس کے خلاف جو کارروائیاں کر رہی ہیں اور جس طرح دینی حلقوں کو خوف زدہ اور ہراساں کیا جا رہا ہے، اس فضا میں دینی مدارس کے لئے تیرہ ارب روپے کی امداد اور ان کی اصلاحی ترقی کے سرکاری اقدامات کو ایک سنگین مذاق اور زخموں پر نمک چھڑکنے کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔

موجودہ حکومت اگر دینی مدارس کے نظام و نصاب کی اصلاح میں مخلص ہے اور خلوص دل کے ساتھ ان کی امداد کرنا چاہتی ہے تو اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ ملک بھر میں دینی مدارس کے خلاف کی جانے والی کارروائیاں فی الفور بند کر دی جائیں۔ امریکی کمانڈوز سے دوٹوک طور پر کہہ دیا جائے کہ القاعدہ کے ارکان کی تلاش کی آڑ میں ہم اپنے دینی تعلیم کے نظام اور ماحول کو ڈسٹرب نہیں کر سکتے۔ دینی مدارس کو مالیاتی و انتظامی خودمختاری کے تحفظ کی دوٹوک گارنٹی دی جائے۔ نصاب و نظام کے معاملہ میں انہیں ڈکٹیشن دینے کی بجائے مشاورت کے ذریعے ضروری اصلاحات کی راہ ان کے وفاقوں کے ذریعے ہموار کی جائے اور دینی حلقوں اور مدارس کے بارے میں امریکہ اور بھارت کے ایجنڈے سے لاتعلقی کا واضح طور پر اعلان کیا جائے۔

جناب نبی اکرم ﷺ نے خاوندوں سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیویوں کو غلاموں کی طرح زدوکوب نہ کیا کریں، کیونکہ یہ بات کسی طرح بھی اچھی نہیں ہوگی کہ دن کے وقت وہ انہیں تھپڑ مار رہے ہوں اور شام کو پھر انہیں گلے لگانے کیلئے بھی آگے بڑھیں۔ حکمران بھی گھر کے سربراہ کی طرح ہوتا ہے، اسے بھی اگر گھر کے افراد کے تعاون کی ضرورت ہے تو اسے جناب نبی اکرم ﷺ کی اس نصیحت کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ یہ تو کوئی شرافت کی بات نہیں سمجھی جائے گی کہ ایک طرف دینی مدارس چھاپوں کی زد میں ہوں، رات کی تاریکی میں ان کی دیواریں پھلانگی جا رہی ہوں، اساتذہ و طلبہ کو زدوکوب کیا جا رہا ہو اور دوسری طرف وفاقی وزیر مذہبی امور تیرہ ارب روپے کے نوٹ تھالی میں رکھ کر دینی مدارس کے دروازوں پر دستک دے رہے ہوں، ان حالات میں تو امداد اور نصیحت کی بات کوئی عام آدمی بھی قبول نہیں کرتا، حکومت نے دینی مدارس کے ارباب حل وعقد سے اس کی توقع کیسے کر لی ہے؟

سید یونس الحسنی

انگلیاں فگار اپنی، خامہ خونچکاں اپنا

یہ وطن وجود میں آیا تو لوگ اپنے آلام ومصائب فراموش کر کے اسے سنوارنے، نکھارنے اور اجالنے کی فکر میں جت گئے۔ ایثار وقربانی کی نئی تاریخ رقم کرنے والوں نے اسے ملی وفاؤں، رفتگاں کی اُجلی اداؤں، مردانِ حریت کی نواؤں اور شہیدوں کی لالہ رنگ قباؤں کی مہکار حسین کا نام دے کر دین اسلام کے ان سب کی چھتر چھاؤں ہونے کا اعلان کیا۔ وہ اسلام جس سے سرزمین پاک پُر بہار ہے، جو مرغانِ خوش گلو کی چہکار ہے، جس سے تمام مسلمان امیر وغریب دہقان ومزدور مخمور و سرشار ہے، اُس کے فیوض وبرکات سے یہ سبزہ زار ضوبار ہے۔ ہاں، ہاں! وہی اسلام جو میرے دیس کا رعب وجلال ہے۔ جو خواب حکیم مشرق کا حسن وجمال ہے، جو قائد کی آرزوئے جلی کا ہلال ہے، جو زوال کفر کا عنوان اور اس مملکت خداداد کی پہچان ہے۔ آج وہی اسلام اپنے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے ملک میں غریب الدیار مظلوم، مجبور، محصور ومقہور ہے (العیاذ باللہ)۔ بے چینیوں میں امن وسلامتی کا جلوۂ خوشنما دیکھنے کی آرزو اور سہانے دیس کا دل نشیں نقشہ آنکھوں میں سمونے کی حسرت کسی کل قرار نہیں پا رہی۔ وقت کی فسوں کاری کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ نتیجتاً ہر شخص اپنے آپ میں بری طرح الجھ کر رہ گیا ہے۔ مایوسیوں کے زہر سے پھیلنے والی تیرگی کے باعث سوچ وفکر کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ وحشت اثر رُتوں کا تکدر عجب ہے کہ شہرِ دل ویرانیوں کی کُہر کا ہالہ لگ رہا ہے۔ نجس سودی نظام کی نحوست ملاحظہ فرمایئے کہ فرزندانِ وطن کے چہرے تھکے تھکے، رنگت اُڑی اُڑی لگتی ہے۔ روش روش مفلسی کی وہ راکھ جمی ہے کہ اس بظاہر ہنستے بستے دیس میں ہر کوئی تنہا تنہا دکھائی دیتا ہے۔ دردوسوز کی گراں قدر متاع کے حاملین ہر دروازے پر دستک دے رہے ہیں، حقائق کھول کھول کر بیان کر رہے ہیں، بعض لوگوں کے مردہ ضمیروں کو حتی المقدور جھنجھوڑ رہے ہیں۔ مگر واحسرتا مقتدرین کا رویہ اس ساری نوحہ گری ونوحہ خوانی پر ایک خندۂ استہزاء کے سوا کچھ نہیں۔ سود کی حرمت اور خاتمے سے متعلق شرعی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا گیا ہے جس کی سماعت جاری ہے مگر حکومتی وکیل نے جو سرکاری موقف تحریری اور زبانی طور پر پیش کیا ہے، عذاب الٰہی کو للکارنے کے مترادف ہے۔ الفاظ کی سنگینی نے دل ہلا دیئے ہیں۔ بیان کے تیر ونشتر دیکھئے:

''قومی معیشت کی قیمت پر اسلامائزیشن قبول نہیں۔ عوام کے مفاد اور پسند کے مطابق کیا جانے والا کوئی عمل خواہ مکروہ اور حرام ہی کیوں نہ ہو، مستحسن عمل ہے۔ حکومت کیلئے اسے ریگولیٹ کرنا ضروری ہے۔ ہمیں اپنی معیشت اسلامائزیشن سے مقدم رکھنی چاہیے۔ قومی معیشت کو اسلامائزیشن پر بہر طور پر ترجیح حاصل ہے''۔

(روزنامہ ''اسلام''، ''پاکستان'' ۱۹؍جون ۲۰۰۲ء)

مندرجہ صدر بیان کا بہ نظر تعمق جائزہ لینے سے چند عبرت انگیز نکات قلب و ذہن پر ابھرتے ہیں۔ مثلاً

ا۔ اسلامائزیشن کسی طور پر قبول نہیں۔

ب۔ اسلامائزیشن موجودہ حکومت کی ترجیح نہیں۔

ج۔ عوام جس عمل کو پسند کریں یا اپنے مفاد میں سمجھیں خواہ وہ حرام ہو، مستحسن ہو جاتا ہے اور حکومت کیلئے ضروری ہے اسے ریگولیٹ کرے۔

سیکولر گروہ جس دن سے وطن کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہے، نت نئی بولیاں سننے کو مل رہی ہیں اور انتہائی نامعقول نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ سرکار ختمی مرتبت ﷺ کی بجائے بے دین کمال اتاترک کو آئیڈیل قرار دے کر ڈھیرے ڈھیرے وہی روش اختیار کی جارہی ہے جو اس نے خلیفۃ المسلمین اور خلافت سے روا رکھی۔ پہلے طالبان کا لہو پیا گیا اب کشمیری مجاہدین بھارت کا تر نوالہ بنانے کی بھرپور تیاریاں ہیں۔ سردست انہیں اپاہج بنانے کیلئے رابطے منقطع کئے گئے ہیں۔ اس دوران ''سب سے پہلے پاکستان'' کا گھناؤنا گیت گایا گیا تھا۔ تیر بالکل درست سمت جارہا ہے۔ قومی معیشت کے نام پر اسلامائزیشن کا بہر طور عدم قبول اور عدم ترجیح اسی بے حس نعرے کی آسان تشریح ہے تاکہ لوگ ساری بات اور جنرل مشرف کا مطمع نظر سمجھ جائیں۔ اتاترک خلافت کے مقابل یہود و نصاریٰ کا حلیف تھا۔ آج اس دیوتا کا متوالا بلاشک و ریب اُسی کے نقش قدم پر دھڑلے سے عمل پیرا ہے۔ فیڈریشن کے وکیل ایسے بے تکے دلائل دے رہے ہیں جو ان کی وکیلانہ ہٹ دھرمی کا بین ثبوت ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ''قرآن و حدیث میں صرف ایمان والوں کو مخاطب کر کے ربٰو کے حرام ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ قانون غیر مسلموں کیلئے نہیں تھا، وہ تو رسول اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی سودی لین دین کرتے رہے''۔ ایک گھن چکر ہے۔ ''خوئے بدرا بہانہ ہابسیار'' کی مثال اس پر صادق آتی ہے۔ فاضل وکیل کو یاد ہونا چاہیے کہ فتح مکہ کے بعد جب پورے حجاز پر مشتمل اسلامی سلطنت وجود پذیر ہوگئی تو تاجدار ختم نبوت ﷺ نے ایک انتظامی حکم کے تحت ربٰو فی الفور مسترد، منسوخ اور ممنوع قرار دے دیا تھا۔ اس اوّلیں اسلامی مملکت کی حدود میں رہن بسیرا کرنے والے یہود و نصاریٰ آپس میں سودی کاروبار کرتے بھی تھے تو وہ انفرادی معاملہ تھا۔ نہ کہ من حیث القوم کیونکہ تورات، زبور اور انجیل مقدس میں بھی سود اپنی تمام صورتوں میں حرام مطلق قرار دیا گیا ہے۔ یہ الگ بات کہ اہل کلیسا یہود کی سازش کا شکار ہو کر تعلیمات عیسوی میں مداہنت کے مرتکب ہوئے۔ انہوں نے آسمانی کتب میں من پسند ترامیم اور حالات بدلنے کے تحت حک و اضافہ کر کے اپنے معاشروں کو گناہ آلود کر لیا ہے۔ ہم اغیار کی دیکھا دیکھی ایسا کیوں کریں؟ ہم اپنی تہذیب کو رسوائی کے اندھے غاروں میں کیوں دھکیلیں؟ ہم مسلمان ہیں، قرآن کریم اور سیرت رسول کریم ﷺ پر اٹل ایمان اور غیر مشروط وابستگی ہمارا شعار ہے۔ اس لئے یہ مثال حالاتِ حاضرہ پر کسی بھی طرح منطبق نہیں ہوسکتی۔ عہد حاضر میں اُن پر قدغن لگا بھی دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بہر حال یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ موجودہ حکومت کی تمام تر فلسفیانہ موشگافیاں اور متفقہ قومی رائے کے خلاف جلد بازی میں اُن پر عملدرآمد کا مکروہ

پیش منظر مبادیات و تصریحات دین قیم و متین سے کھلی بغاوت ہے۔ اسے روشن خیالی، خوش فکری یا ماڈریٹ اسلامی رویہ (Moderate Islamic Attitude) ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قدیم مسلم تاریخ میں جلی حروف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ:

۱) شہر مکہ نبی مکرم ﷺ کا وطن عزیز تھا مگر آپ نے صرف دین اسلام کی خاطر اسے تیاگ کر مدینہ کو مسکن بنالیا اور تبلیغ کا فریضہ جاری رکھا۔ "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ کیا وجود یا حقیقت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کے عمل مبارک نے وطن عزیز کی اوّلیت کو بے حیثیت کرڈالا اور امت کیلئے مستقل قانون بن گیا کہ دین کی عظمت کی خاطر وطن قربان کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔ مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے جدیدیت اور فلسفہ اسلام کی کیا خوبصورت عکاسی کی ہے۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنائی روش لطف و کرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گرے کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

معلوم ہوا کہ دین ہی اوّلیں ترجیح ہے۔ اس پر ہر چیز حتیٰ کہ وطن بھی قربان کیا جانا چاہیے۔ وطن کی اوّلیت حرام اور تراشیدہ تہذیب نوی ایک نانہجار بت ہے جس کی شکست و ریخت ازبس لازم ہے۔

۲۔ اسلام عوام کی پسند اور ناپسند کے مطابق چلنے کیلئے نہیں آیا۔ یہ ایک انمٹ سچائی ہے کہ عرب بتوں کے پرشوق پرستار تھے۔ دُختِ رز کے جام لنڈھانا، جوا کھیلنا، بچیوں کو زندہ درگور کرنا، برہنہ رقص اور کئی قسم کی دوسری بیہودگیاں ان کا شعار تھا۔ اگر سید ریاض الحسن گیلانی کا کلیہ تسلیم کرلیا جائے کہ عوام کی پسند و ناپسند کو ریگولیٹ کرنا حکومت وقت کا لازمہ ہے تو پھر بعثت انبیاء علیہم السلام اور وحی الٰہی کی کیفیات خاکم بدہن بے کار محض اور قطعاً بے ضرورت نہیں۔ آج کے دور میں اس فارمولے پر عمل کرنے سے انکار انبیاء اور انکار وحی لازم آتا ہے جو انہوں نے ڈھکے چھپے الفاظ میں کردیا ہے۔ اس سے بڑی بے دینی اور دریدہ ذہنی اور کیا ہوگی کہ ایک مسلم ملک کا سربراہ "سب سے پہلے پاکستان" کا نظریہ پھیلائے، سودی معیشت قائم رکھنے کیلئے اسلام کی قربانی دینے پر بضد تیار ہو اور اسلامی قوانین کے نفاذ کو عدم ترجیح کے زمرے میں رکھے۔ صاف ظاہر ہے حکومت وقت اور اس کے کل پرزے اسلامی آئین جہانداری و جہانگیری لاگو کرنے کو وطن اور اس کی معیشت کیلئے مہلک سمجھتے اور یہود و نصاریٰ کی آغوش کو عافیت پناہ خیال کرتے ہیں۔ کبھی توہین رسالت قانون بدلنے کا شوشہ، کبھی تحفظ ختم نبوت کی شق میں ترمیم کا غلغلہ، کبھی انتہا پسندی کے نام پر دینی مدارس پر یلغار، کبھی بنیاد پرستی کے جرم میں جہادیوں پر شب خون، کبھی کفار کی سنگت میں طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے کا عمل، کبھی مجاہدین کشمیر کی مشکیں کسنے کی تدابیر، ایک اللہ کے سامنے جھکنے کی بجائے کبھی امریکہ کی